جھنگ میں اُردوغزل کی خواتین شاعرات

مختار حُر *

ڈاکٹر محمد اشرف کمال**

Abstract:

The exists a strong, rich and established tradition of Urdu ghazal in Jhang. In this field besides the poets; the poetesses of Jhang have enhanced this field with their ability, talent and poetic and literary knowledge. The poetesses of Jhang, related to the high class of this field, have enlightened candles of quality literature and revered poetry. The said poetesses have strengthened the tradition of Urdu ghazal and has made the poetic field vast.

جھنگ میں اُردوغزل کی ایک مضبوط، ثروت منداور مستحکم روایت موجود ہے۔جس میں مرد شعرا کے علاوہ خواتین شاعرات نے بھی اپنی قابلیت، شعری استعداداور صلاحیت کے مطابق بھر پور اضافہ کیا ہے۔ جھنگ کی ادبی روایت سے تعلق رکھنے والی صف اوّل کی شاعرات نے فکروفن کے ایسے چراغ روشن کیے ہیں جن کی ضوفشانی نے جھنگ میں اردوغزل کی روایت کوتقویت دینے کے ساتھ ساتھ اُردوادب میں بھی غزل کی روایت کواستحکام اور وسعت بخشی ہے۔

تاریخ شعروادب گواہ ہے کہ مرد شاعروں کی نسبت خواتین شاعرت کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے۔اس کی وجہ دراصل معاشرتی پابندیاں اور ہمارے معاشرے میں عورت کا حجاب ہے۔ڈاکٹر عظمیٰ فرمان فتح پوری لکھتی ہیں:

> ''وقت کے ساتھ ساتھ سامراجی قوتیں، اس پدرسری معاشرے کے ساتھ مل کر ان تمام صحت مند، مثبت اقدار کومٹاتی چلی گئیں اور شعوری یالاشعوری طور پر عورت کی ہراس کوشش کودبایا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی کھوئی ہوئی شان وشوکت حاصل کرسکتی تھی''(۱)

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُرد، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد۔

** صدر شعبہ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، بھکر۔

بیسویں صدی میں تعلیم کے عام ہونے اور جدید خیالات وافکار کے پھیلنے کی وجہ سے خواتین شاعرات کے نام سامنے آنے لگے۔

اُردو ادب میں خواتین شاعرات نے اپنی شاعری اور فکر وفن سے اپنا منفرد مقام قائم کیا ہے جو لائق تعریف وتحسین ہے۔ زہرا نگاہ، ادا جعفری، پروین فنا سید، پروین شاکر، کشور ناہید، شبنم شکیل، نوشی گیلانی اور فاخرہ بتول جیسی قابلِ ذکر شاعرات نے اُردو ادب کی روایت میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

جھنگ کی شاعرات میں ثریا سلیم، دُرانجم عارف، نسیم صحرائی، فرخ زہرا گیلانی، مسرت جبیں زیبا، سمیرا حمید، سعیدہ رشم، عینی راز، منزہ صبا، فرحت طاہر، ارشد بی بی، ڈاکٹر طاہرہ بخاری، نائلہ تبسم اور کنیز فاطمہ شامل ہیں۔

ثریا سلیم گورنمنٹ کالج برائے خواتین کی پہلی پرنسپل بن کر آئی تھیں۔ ادبی محافل ومجالس میں شرکت کرتی تھیں۔ شعروسخن سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ جھنگ آ کر ثریا سلیم سے ثریا زوار حسین بنیں اور اسی مٹی میں محوِ خواب ہیں (۳)

اے جرأت رندانہ اے لغزش مستانہ آ توڑ دیں ٹکرا کر اب شیشہ و پیمانہ
افسانۂ دل اپنا لو تم کو سناتی ہوں دنیا نہ بنا ڈالے لیکن مجھے افسانہ
اندازِ محبت کے دستور نرالے ہیں جلتی رہی شمع بجھتا رہا پروانہ (۳)

دُرانجم عارف معروف شاعر اور سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج جھنگ تقی الدین انجم (مرحوم) کے ہاں ۱۹۴۱ء کو جھنگ میں پیدا ہوئیں۔ شادی سے پہلے آپ کا نام دُرانجم صدیقی تھا۔ آپ نے ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی اور سرکاری ملازمت کرتیں رہیں۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔ اُردو اور پنجابی زبان میں شعر کہتی ہیں۔ غزل اور نظم آپ کے شعری میدان ہیں۔ آپ کے شعری مجموعوں میں) ''نوائے زیرِ لب'' اور ''درد آشنا'' شامل ہیں۔

کہر چھٹ جائے گا سورج کو نکلنا ہو گا شب کی تاریک سیاہی کو پگھلنا ہو گا
تم کہو گے تو بدل دیں گے وفا کے انداز کون کہتا ہے تمہیں آگ میں جلنا ہو گا
کوئی مسلک ہو تقاضائے جنوں ایک ہی ہے عزم کامل ہے تو اس راہ پہ چلنا ہو گا

(نوائے زیرِ لب، لاہور، جمالستان پبلشرز، ۱۹۹۰ء ص ۲۷)

لے کے احساس کے انداز پرانے میرے آج آیا ہے کوئی درد جگانے میرے
تو میرا ذہن، رسا، مری نظر، میرا دماغ کس نے سمجھے ہیں تیرے بعد فسانے میرے
اب ترے شہر میں یوں آبلہ پا گرداں ہوں تھے کبھی تیرے قرینوں میں ٹھکانے میرے

تجھ سے روشن ہیں مری عمرِ رواں کے لمحے	تجھ سے وابستہ ہیں کچھ خواب سہانے میرے
میں کہ پابند سلاسل بھی سر دار بھی ہوں	تو مگر درد کے انداز نہ جانے میرے
کس سے شکوہ کروں کم نگہی کا انجم	میرے احباب نے لکھے ہیں فسانے میرے

(نوائے زیرِلب، ص۲۶)

ان کی شاعری میں تغزل، روانی، سادگی، سوز و گداز، اظہارِ بیاں کی خوبصورتی، لہجہ و اسلوب کی حلاوت، روایتی وجدید غزل کا امتزاج اور موسیقیت ومعنویت جیسی خوبیاں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔منو بھائی دُرِانجم عارف کے فکروفن پر رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کی شاعری میں قدیم اور جدید شاعری کا جہاں حسین امتزاج ہے وہاں رومانی اور انقلابی شاعری کا بھی تال میل نظر آتا ہے۔ہمارے معاشرے میں جہاں عورت کو دوسرے درجے کا شہری تصور کیا جاتا ہے۔وہاں اُس کی شاعری کو بھی دوسرے درجے کی شاعری کہا جاتا ہے۔ لیکن دُرانجم عارف اپنا ایک الگ اور ممتاز مقام لے کر اس وادی میں داخل ہوتی ہیں''(۴)

دُرانجم عارف غزل ونظم کی پختہ شاعرہ ہیں۔اسے شاعری کا فن ورثے میں ملا۔اسی لیے وہ فنی نزاکتوں اور شعری تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھیں۔

فرخ زہرا گیلانی محلّہ سادات شورکوٹ میں سید نذر حسین شاہ کے ہاں ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئیں۔آپ نے ایم۔اے انگریزی ادبیات کی ڈگری حاصل کی اور ایک عرصہ تک انگریزی کی اُستاد کی حیثیت سے گورنمنٹ کالج برائے خواتین جھنگ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔سیکرٹری تعلیمی بورڈ سیکرٹری ویلفیر، ڈپٹی سیکرٹری تعلیمات، ایڈیشنل سیکرٹری سپیشل ایجوکیشن کے عہدوں پر فائز رہنے کے بعد آج کل وہ بطور صدر شعبہ انگریزی گلبرگ کالج لاہور میں اپنے فرائض منصبی ادا کر رہی ہیں۔(۵) شاعری، کمپیئرنگ اور نعت خوانی ان کے پسندیدہ میدان ہیں۔ملکی اور بین الاقوامی مشاعروں میں نمائندگی کرتے ہوئے مسقط، دبئ، چندی گڑھ اور انبالہ میں منعقد ہونے والے عالمی مشاعروں میں شرکت کر چکی ہیں۔شاعری میں فرؔخ تخلص کرتی ہیں۔ان کے دو شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ جن میں پہلا شعری مجموعہ ''کہر کے اُس پار'' اور ''بنتِ حوا'' کے نام سے دوسرا شعری مجموعہ اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔جبکہ نعتوں پر مبنی مجموعۂ نعت ''خیرالوریٰ'' کے نام سے زیرِ ترتیب ہے۔

لوگ کہتے ہیں تجھے بھول کے جینا سیکھوں	اب یہ لازم ہے کہ ہر اشک کو پینا سیکھوں
تو نے کس موڑ پر چھوڑا مجھے جانے والے	بن تیرے تو ہی بتا کیسے میں جینا سیکھوں

(کُہر کے اُس پار، لاہور، الحمد پبلیکیشنز، ۱۹۹۹ء، بارسوم، ص۱۴۱)

تنہا چھوڑ کے جانے والے اک دن تم پچھتاؤ گے
آس کا سورج ڈوب رہا ہے لوٹ کے گھر کب آؤ گے
(کُہر کے اُس پار، ص۱۴۳)

جو چٹانوں کو توڑ کر رکھ دیں ایسے اشکوں کو آبشار کرو
(کُہر کے اُس پار، ص۱۴۶)

میں ریزہ ریزہ ہو کے جہاں میں بکھر گئی بے مہریوں کی دھوپ نے جھلسا کے رکھ دیا
(کُہر کے اُس پار، ص۱۶۰)

میری آنکھیں میرا حوالہ ہیں اپنی آنکھوں کی دید کرتی ہوں
(کُہر کے اُس پار، ص۱۶۵)

کس لیے تجھ سے تعلق رکھوں زندگی تجھ میں بھی کیا رکھا ہے
(کُہر کے اُس پار، ص۱۶۹)

بڑا اجنبی سا سوال ہے کوئی اجنبی سا جواب دے ترے بعد شہر گمان میں ہے غبار کیسا جواب دے
(کُہر کے اُس پار، ص۱۷۴)

فرخ زہرا گیلانی کی شاعری پختہ اور فکر وفن کا حسین امتزاج ہے۔ وہ اپنے کلام میں آفاقی صداقتوں اور تلخ حقائق سے پردہ اُٹھاتی ہیں۔ بے مہری، منافقت اور بغض جیسے انسان کے منفی پہلوؤں اور غیر اخلاقی رویوں کو اُجاگر کرتی ہیں۔ظفر سعید نے فرخ زہرا گیلانی کے فکروفن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''عہد جدید کے شعرانے احساس کی شدت اور اسلوب کی جدت سے شاعری کو اس نہج پر پہنچا دیا ہے کہ پڑھنے والا تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ کومل جذبوں کا اظہار بھی ایسے کُھر درے انداز میں ہونے لگا ہے کہ شیشۂ دل پر خراشیں پڑ جاتی ہیں۔۔۔فرخ زہرا گیلانی نے مترنم بحروں اور خوبصورت الفاظ سے جذبوں کے دھنک رنگ بکھیرے ہیں انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے عام شاعرات کی طرح کہیں بھی اظہار اوراحساس کو بے لگام نہیں ہونے دیا۔اُن کے جذبے ابلاغ کے باوجود حیا کی چادر میں لپٹے نظر آتے ہیں۔وہ کربلائے زیست میں تمناؤں کے جلے خیموں کا سوگ منانے کے بجائے نیزۂ قلم سے یزیدلمحوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی نظر آتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے بعض اشعار صلیبِ احساس پہ چڑھ کر اذانیں دیتے ہوئے سنائی دیتے ہیں''۔(۶)

فرخ زہرا گیلانی نظم اور غزل دونوں اصناف شعر میں شعر گوئی میں مہارت رکھتی ہیں۔احمد ندیم قاسمی بھی فرخ زہرا گیلانی کو دادِ وتحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ موزوں طبع بھی ہیں اور اظہار پر بھی قدرت رکھتی ہیں۔اُردو شاعری میں موضوع و خیال کی جو جدتیں در آئی ہیں ان سے بھی وہ پوری طرح متعارف ہیں۔۔۔۔۔ان کی نظم و غزل دونوں اس حقیقت کی گواہ ہیں۔فرخ صاحبہ نے اپنے تحقیقی ذہن اور ادب کی اُستاد ہونے کے ناطے جدید و قدیم رنگِ سخن کے ساتھ انصاف کیا ہے''۔(۷)

ان کا اسلوب رواں، موضوعات متنوع، مترنم بحور کا استعمال جدید و قدیم رنگ کا امتزاج، کلاسیکیت کا رچاؤ اور تغزل کی تاثیر دیدنی ہے۔البتہ کہیں کہیں قوافی کے عیوب موجود ہیں۔وہ جھنگ کی نمائندگی کرتے ہوئے اُردو ادب کی صفِ اوّل کی شاعرات میں شامل ہوتی ہیں۔

مسرت جبیں زیبا ایک قادر الکلام شاعرہ ہیں۔حمد،نعت،منقبت،غزل،نظم اور قطعات وفردیات میں طبع آزمائی کر چکی ہیں اور اپنی صلاحیتوں کو منوا چکی ہیں۔وہ ایک زود گو شاعرہ ہیں۔فنی نزاکتوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔مضامین میں تنوع اور جدت موجود ہے۔ بڑے بڑے اہلِ قلم ان کی فکری وفنی صلاحیتوں کا اعتراف کر چکے ہیں۔جھنگ (شورکوٹ) سے لاہور اور لاہور سے کویت کا سفر کیا اور آج کل کویت میں مقیم ہیں۔

ان کے شعری مجموعوں میں ''رُخِ زیبا''،''پہلا آنسو موسم کا''،''عذابِ دربدری''،''درِ خدانُما'' شامل ہیں جو شائع ہو چکے ہیں۔

اُبھری ماتھے پہ سوچ کی شکنیں　　　کسی مفلس کی پسلیوں کی طرح

(پہلا آنسو موسم کا،ملتان،سدرہ پبلیکیشنز،۱۹۸۸ء،ص۶۲)

مغرب کی تہذیب پہ چل کے　　　جدت ہے تہذیب کو ڈستی

(پہلا آنسو موسم کا،ص۱۶۰)

برصغیر کی سماجی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو عورت کو وہ حقوق ابھی تک نہیں ملے جو کہ انھیں ملنے چاہئیں یا کہ انھیں یورپ میں حاصل ہیں۔مشرق کی لڑکی اپنے حقوق کے لیے آواز بلند نہیں کر سکتی،لڑ نہیں سکتی۔اسی لیے وہ سماجی حوالے مغرب کی خواتین سے پیچھے رہ گئی ہے۔مگر اس کی کچھ وجوہات ہیں۔ڈاکٹر صوفیہ یوسف لکھتی ہیں:

''کسی بھی معاشرے کی بہتری اور ترقی کے لیے عورتوں کی تعلیم ہمیشہ ایک اہم بنیادی اور حساس معاملہ رہا ہے۔معاشرتی ترقی کے لیے یہ ضرورت ہمیشہ محسوس کی گئی کہ عورتوں کو معاشرے کا فعال اور متحرک حصہ بنایا جائے۔۔۔آج جو ممالک ترقی یافتہ

اور مہذب سمجھے جاتے ہیں ان کے عروج کی ایک وجہ تعلیم نسواں ہے۔''(۸)

صنفِ نازک ہوئی مغرب کی نہ جانے کیا کیا　　مشرقی لڑکی وہی گونگی و بہری دیکھی

(پہلا آنسو موسم کا، ص۳۶)

دل سُلگتا ہے رات دن میرا　　گرمیوں میں کویت جلتا ہے

(پہلا آنسو موسم کا، ص۱۷۲)

جھوٹ بولے گا پہلے سچ کی طرح　　اور پھر لا جواب کر دے گا
کس نے جانا تھا بے وفا ہو کر　　زندگی کو عذاب کر دے گا

(پہلا آنسو موسم کا، ص۸۸)

مسرت جبیں زیبؔا کا اچھوتا اور منفرد انداز مسحور کر کے رکھ دیتا ہے۔مسرت جبین زیبؔا کی غزل گوئی کا جائزہ لیتے ہوئے رئیس امروہوی رقم طراز ہیں:

''ہماری شاعرات کی صف میں ایک بھاری بھرکم اور بھرپور اضافہ ہوا ہے۔ان کی غزل صرف رسمی و روایتی رنگ سے آلودہ نہیں ہے۔بعض بعض شعروں میں ایسی چمک دمک ہے کہ نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے۔ان کی غزلیات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی قلبی واردات اور نفسیاتی تجربات کو شعر کے روپ میں ڈھالنے کی پوری اہلیت اور خصوصیت رکھتی ہیں''۔(۹)

مسرت جبیں زیبؔا نے سنگلاخ زمینوں اور اَدق قوافی کا استعمال بھی بے دھڑک کیا ہے۔

بچھڑا وہ کیا کہ ذہن ہی ماؤف ہو گیا　　وہ دل کی توڑ پھوڑ میں مصروف ہو گیا
لوگوں نے مجھ پہ کتنے فسانے بنا لیے　　دل رنج وغم کی بھیڑ میں مکشوف ہو گیا
کہنا تھا ہم نے کیا اُسے زیبؔا وہ مثلِ گل　　لمس حیا سے اپنے ہی مکسوف ہو گیا

(عذابِ در بدری، لاہور، خزینہ علم وادب، ۲۰۰۴ء، ص۱۰۹)

خواتین شاعرات کا سنگلاخ زمینوں میں شعر کہنا کسی طور پر بھی مردانگی سے کم نہیں۔یہ ملکہ کسی کسی شاعرہ کو حاصل ہوتا ہے ہر کسی کو نہیں۔پروفیسر اطہر ناسک اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''زیبؔا کی غزل تکنیکی اعتبار سے بھی انفرادیت کی حامل ہے۔اس نے غزل کے لیے متعدد ایسی زمینوں کا انتخاب کیا ہے جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ایک خاتون ان زمینوں میں شعر کہہ لے گی۔عموماً شاعرات کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے اور حقیقت بھی

یہی ہے کہ شاعرات سنگلاخ زمینیں استعمال نہیں کرتیں اور ان کے ہاں اس وجہ سے کوئی تنوع نہیں ملتا۔ نہ جذباتی سطح پر نہ فکری سطح پر۔ زیبؔا کے ہاں ایسا نہیں ہے کہ اس نے نئی اور مشکل زمینوں کا انتخاب کر کے جذباتی اور فطری سطح پر تنوع پیدا کیا ہے''۔(۱۰)

مسرت جبیں زیبؔا اُردو شاعری میں (خواتین شاعرات میں) ایک منفرد مقام کی حامل شاعرہ ہیں۔ ان کی غزل اپنے اندازِ بیاں کی تازگی، تغزل، کشش اور ندرت کی وجہ سے اپنی الگ شناخت رکھتی ہے۔

عینی رازؔ کا اصل نام انیلا شاہد ہے۔ آپ کے والد نصیر الدین رازؔ بھی شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے۔ عینؔی راز کی پیدائش ۱۳۔ جون ۱۹۶۶ء میں داؤدخیل میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ایچ ایم سی ٹیکسلا سے حاصل کی۔ تعلیم کو تیرہویں جماعت تک پہنچایا۔ ۲۰ سال تک جھنگ میں قیام رہا۔ وہ آجکل لاہور میں مقیم ہیں اور ادبی تنظیم ''بزمِ رازؔ'' کی صدر ہیں۔ شاعری کے علاوہ افسانہ نگاری سے بھی دلچسپی ہے۔ شاعری میں عینؔی تخلص کرتی ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ ''یہ میرے خواب ہیں بکھرتے ہوئے'' ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا۔(۱۱)

کس لیے انگلیوں پہ گنتے ہو نیکیوں کا شمارا اچھا نہیں
(یہ میرے خواب ہیں بکھرتے ہوئے، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء، ص ۱۰۷)

یوں تو دیکھا بہت سے لوگوں کو کوئی زندہ نظر نہیں آیا
(یہ میرے خواب ہیں بکھرتے ہوئے، ص ۴۳)

دیجئے جو سزا بھی دینی ہے ہم تو سر کو جُھکا کے بیٹھے ہیں
(یہ میرے خواب ہیں بکھرتے ہوئے، ص ۱۳۳)

سب نے دیکھے چراغ بجھتے ہوئے غم ہوا کا نظر نہیں آیا
(یہ میرے خواب ہیں بکھرتے ہوئے، ص ۴۳)

عینی رازؔ کی شاعری جدید رنگِ سخن کی نمائندگی کرتی ہے۔ عینؔی راز کی شاعری میں خیال اور جذبے کے ساتھ ساتھ فکر و فن کی تمام خوبیاں پوری توانائی کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ انھوں نے اپنی غزلوں میں تشبیہات اور استعارات اور تراکیب میں جدت سے کام لیا ہے۔ اور انھوں نے ندرتِ تخیل کو اعتدال اور توازن کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اس جدت و ندرت نے ان کی غزلوں میں موسیقیت اور غنائیت کے احساس کو دوچند کر دیا ہے۔ ان کی شاعری میں سادگی بیان، سلاست اور روانی پائی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں حسن و عشق کی رنگ آمیزی بھی موجود ہے جس نے ان کی شاعری کو پرتاثیر بنا دیا ہے، ان کی اس تاثریت سے بھرپور شاعری میں لطافت پائی جاتی ہے۔ طارق محمود (دمام) نے عینؔی راز کی غزل گوئی پر اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا ہے:

''عینی راز کی شاعری میں فکر وفن کی تمام خوبیاں پوری توانائی کے ساتھ نظر آتی ہیں۔انھوں نے اپنی غزلوں میں جدتِ ترکیب اور ندرتِ تخیل کو ایک خاص توازن کے ساتھ قائم رکھا ہے جس سے ان کی غزلوں میں غنائیت اور ترنم کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ان کے بیاں میں سادگی، سلاست اور روانی کے ساتھ ساتھ حسن وعشق کی رنگ آمیزی اور تاثیر بھی ہے، گو اس تاثیر میں لذت آفرینی ضرور ہے مگر حرص وہوس کی آلائش نام کو نہیں''۔ (۱۲)

عینی راز کی غزلیات متانت اور اخلاقی اقدار کی آئینہ دار ہیں۔ان کا اسلوب سادہ رواں اور عام فہم ہے البتہ خیالات اور مضامین میں تنوع موجود ہے۔کلام میں بے تکلفی، سہل ممتنع، برجستگی، بے ساختگی اور تغزل کا رچاؤ بدرجہ اُتم موجود ہے۔

سمیرا احمید جواب سمیرا حسین کے نام سے جانی جاتی ہیں۔انگریزی ادبیات میں ایم۔اے کرنے کے بعد پنجاب کالج جھنگ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔چناب کالج اور سٹی سکول میں بھی ملازمت کرتی رہی ہیں۔مختلف اداروں اور کالجز کے تدریسی تجربات رکھنے والی یہ شاعرہ ''رنگِ عبادت'' جیسے شعری مجموعے کی خالق ہے۔یہ شعری مجموعہ ۲۰۰۲ء میں اشاعت پذیر ہوا۔غزلیات ومنظومات پہ مبنی یہ شعری مجموعہ ان کا ادبی اثاثہ ہے۔سمیرا حمید شاعری میں ثمر تخلص کرتی ہیں۔

یہ حادثہ نہیں تو ثمر اور کیا کہوں　　　تیشے کی ایک ضرب سے فرہاد مر گیا
(رنگِ عبادت، فیصل آباد، المجید پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۹)

سنگ لوگوں کو مارنے والے　　　زد میں تیرا بھی سر تو آئے گا
(رنگِ عبادت، ص ۲۰)

جو گزرتی ہے ہجر میں ہم پر　　　وہ تجھے ہم کہاں سناتے ہیں
(رنگِ عبادت، ص ۳۲)

آنکھ سے پھوٹ پڑا ہے ساون　　　یاد جب تیرے ستم آئے ہیں
(رنگِ عبادت، ص ۴۲)

سمیرا احمید کا کلام پختہ اور فکری وفنی خوبیوں کا حامل ہے۔ان کی غزل جدید اسلوب وموضوعات کا حسین امتزاج ہے۔سید انور قدوائی ان کی شاعری جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سمیرا احمید کی شاعری میں اُستادوں جیسی پختگی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے انھیں اپنے اظہار پر گرفت بھی حاصل ہے اور ان کے اندازِ بیاں میں برجستگی بھی ہے اور دل میں اترنے والی بات بھی کہ ایسا حسن بہت ہی کم شاعروں میں ہوتا ہے۔سب سے اہم یہ کہ محترمہ سمیرا احمید نے چھوٹی بحر میں اچھے شعر کہے ہیں اور مرحوم ناصر کاظمی کے بعد میں نے ایسے شعر پڑھے

ہیں کہ وہ الفاظ کا انتخاب اس طرح کرتی ہے کہ سارا مفہوم واضح ہو جاتا ہے‘‘۔ (۱۳)

سمیرا حمید کی شاعری خصوصاً غزل روایتی رنگِ سخن کی حامل ہے۔ بے ساختگی و برجستگی، سادہ و عام فہم زباں اور رواں بحور آپ کے کلام کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ شاعری میں غالبؔ سے زیادہ متاثر نظر آتی ہیں۔ ان کا کلام خواتین شاعرات میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

ڈاکٹر منزہ ناہید صباؔ کا قلمی نام منزہ صباؔ ہے۔ شاعری میں صباؔ تخلص کرتی ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ ’’جب شگوفے جھڑتے ہیں‘‘ کے نام سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر منزہ صبا ایک واجبی سے شاعرہ ہیں۔ فنی پختگی کا شدید فقدان ہے۔ کلام بے وزن اور بحور پر پورا نہیں اُترتا۔ ابھی فنی ریاضت کی ضرورت ہے۔ تغزل اور روانی کی کمی کا احساس بھی ہوتا ہے۔

جب خیالوں میں میرے آ گیا کوئی ؎ سرِ محفل رسوا کروا گیا کوئی
دامن مجھ سے چُھڑا گیا کوئی میری آنکھوں کو بخش کر آنسو
سرِدار تماشا بنا گیا کوئی تختۂ دار پہ پوچھ کے خواہش آخری (۱۴)

جھنگ کی دیگر غزل گو شاعرات میں بانو، ارشد بی بی، فرحت طاہر، ڈاکٹر طاہرہ بخاری، نائلہ تبسم اور کنیز فاطمہ اہم ہیں۔

جہاں تک جھنگ میں اردو غزل کی روایت کا تعلق ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ جھنگ میں اُردو غزل کی روایت مستحکم اور مضبوط ہے۔ غزل کے نامور شعرا جنھوں نے اُردو ادب کی وسعت میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی انفرادیت اور عظمت کو بھی منوایا ہے شیر افضل جعفری، جعفر طاہرؔ، رامؔ ریاض، ساحرؔ صدیقی، مجید امجدؔ، تقی الدین انجمؔ، رفعت سلطان، طاہرؔ سردھنوی، کبیر انورؔ جعفری، مظہر اخترؔ، صفدر سلیم سیال، ظفر سعید، محمود شامؔ، عبدالسمیع بیدلؔ، معین تابشؔ، علی اکبر عباس اور علی کوثر جعفری جیسے قابلِ قدر اور قابلِ ذکر شعرا موجود ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں جن کا فن اُن کا تعارف ہے۔ خواتین شاعرات میں فرخؔ زہرا گیلانی اور مسرت جبیں زیباؔ کا کلام فکری و فنی حوالوں سے جاندار ہے۔

جیسے جیسے تعلیم کو فروغ مل رہا ہے ویسے ویسے خواتین بھی علم و تعلیم کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کے میدان میں اپنا لوہا منوا رہی ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب مرد شعرا کے شانہ بشانہ خواتین شاعرات بھی اچھی غزل لکھ رہی ہیں۔ انھیں اپنے دور کے مسائل اور عصری تقاضوں سے آگاہی ہے۔ جھنگ کی غزل گو شاعرات جھنگ کے حوالے سے بھرپور شعری تعارف رکھتی ہیں۔ دبستانِ جھنگ زرخیزی کے لحاظ سے دبستان لاہور اور دبستان کراچی سے کسی طور کم نہیں ہے۔ معیار اور مقدار ہر دو حوالوں سے وہ اپنے وجود کو منواتا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب جھنگ کی شاعرات بھی جھنگ کے مرد شعراء کی طرح قومی سطح پر اپنی پہچان کرانے میں کامیاب ہو جائیں گی۔

حوالہ جات

۱۔ عظمیٰ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، نسائی تنقید، مشمولہ تحقیق، جلد ۱۷، شمارہ ۲، جولائی دسمبر ۲۰۰۹ء، سندھ یونیورسٹی جام شورو، حیدر آباد، ص ۲۲۱

۲۔ خیر الدین انصاری، لہکتی ڈال، جھنگ: انصاری پبلیکیشنز، جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۱۹۲۔۱۹۳

۳۔ محمد حیات خان سیال (مرتب) غبارِ کارواں، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۷۹ء، ص ۱۱۵

۴۔ دُرانجم عارف، نوائے زیرِ لب، فلیپ، لاہور: جمالستان پبلشرز، ۱۹۹۰ء

۵۔ انٹرویو: فرخ زہرا گیلانی ۲۲۔ اکتوبر ۲۰۱۲ء

۶۔ آرا، ظفر سعید، فرخ زہرا گیلانی، کُہر کے اُس پار، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، اشاعت سوم، ۱۹۹۹ء، ص ۲۰۲

۷۔ فرخ زہرا گیلانی، کُہر کے اُس پار، فلیپ

۸۔ صوفیہ یوسف، ڈاکٹر، نسائی ادب اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ایک مطالعہ، مشمولہ تحقیق، جلد ۱۷، شمارہ ۲، جولائی دسمبر ۲۰۰۹ء، سندھ یونیورسٹی جام شورو، حیدر آباد، ص ۲۹۳

۹۔ مسرت جبیں زیبا، پہلا آنسو موسم کا، مضمون مشمولہ، بھرپور شاعرہ از رئیس امروہوی، ملتان: سدرہ پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص ۸

۱۰۔ مسرت جبیں زیبا، عذابِ دربدری، مضمون مشمولہ، زیبا۔ ایک خوبصورت۔ غزل گواز پروفیسر اطہر ناسک، لاہور: خزینہ علم وادب، ۲۰۰۴ء، ص ۲۱۔۲۲

۱۱۔ یہ میرے خواب ہیں بکھرتے ہوئے، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء

۱۲۔ عینی راز، یہ میرے خواب ہیں بکھرتے ہوئے، مضمون مشمولہ، عینی راز کی شاعری از طارق محمود، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء، ص ۱۷

۱۳۔ سمیرا حمید، رنگِ عبادت، پیش لفظ از سید انور قدوائی، فیصل آباد: المجید پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۱

۱۴۔ منزہ ناہید صبا، جب شگوفے جھڑتے ہیں، جھنگ، ورق پبلشرز، ۲۰۰۱ء، ص ۱۳